عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی!!

ادارہ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماہنامہ غزالی

رجب ۱۴۲۵ھ / ستمبر ۲۰۰۴ء

جلد سوم: شمارہ: ۱

فہرست

فی شمارہ: ۱۵ روپے سالانہ بدل اشتراک: ۱۸۰ روپے

خط وکتابت کا پتہ: مدیر ماہنامہ غزالی

مکان نمبر: P-12 یونیورسٹی کیمپس

پشاور

ای۔میل: saqi_pak@hotmail.com

مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ

سرکاری ملازم اوراس کے کردار کی اہمیت

﴿نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم﴾

ہر طبقہ جو زندگی گزار رہا ہے اس کے لئے خصوصی حالات اور ماحول ہوتا ہے اور ان حالات اور ماحول پر عبور حاصل کرنے کے لئے بعض خصوصیات کی موجودگی کی ضرورت ہوتی ہے اور اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی کے لئے ایک خاص کردار اپنانا پڑتا ہے۔ جہاں تک کہ سرکاری ملازم کی ذمہ داری اور فرائض منصبی کا تعلق ہے اس کے تین رخ ہیں ایک ہے ذاتی کمالات یعنی اپنی شخصیت اور علمیت یا بالفاظ دیگر اپنے فن میں صلاحیت یہ تو ذاتی چیزیں ہوئیں۔ چونکہ یہ سرکاری ملازم ہے اس لئے اس کے فرائض منصبی کا ایک رخ عوام الناس کے ساتھ رابطہ کی شکل میں ہے اور دوسرا رخ حکومت وقت کے ساتھ ہے اور اس سرکاری ملازم کے فرائض منصبی کا تیسرا رخ وہ تعلق ہے جو اس کا اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ہے۔ ان تینوں رخوں کو تھوڑا تھوڑا اپنے ذہن میں رکھیں تو مسلمان سرکاری ملازم کے لائحہ عمل کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ یہ ایک نفسیاتی حقیقت ہے کہ ہر شخص سب سے پہلے اپنے مفادات کو مدنظر رکھتا ہے۔ ہمارے ہاں تعلیم کا مقصد حصول ملازمت اور ملازمت کا مقصد حصول مفاد ہے اور اس کے ذریعہ سے اپنی ضرورتوں کو پورا کرنا ہے۔ شخصی ضرورتیں کسی طور پر پوری ہو جائیں اس لئے ہم ملازمت کرتے ہیں۔ حکومت کا تقاضا تم سے یہ ہے کہ تم سرکاری ملازم کی حیثیت سے حکومت کے مفادات اور پالیسی کے مطابق اپنے فرائض منصبی ادا کرو۔ سرکاری ملازم کے فرائض منصبی کا تیسرا رخ جو ہے وہ یہ ہے کہ یہ سب سے پہلے مسلمان ہے عبداللہ یعنی اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے، پہلے اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اور پھر نفس کے تقاضے ہیں۔ اس احساس سے کہ میں مسلمان ہوں اور اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں ذہن بدل جاتا ہے اس سے زندگی میں تغیر اور تبدل آجاتا ہے اور سرکاری ملازم ہر کام سے پہلے یہ دیکھتا ہے کہ جو کام میں کر رہا ہوں اس سے کہیں اللہ تعالیٰ تو ناراض نہیں ہو رہا اور اس کی اسلام نے اجازت دی ہے یا نہیں۔ جن کو صرف اپنا مفاد ہی دکھائی دیتا ہو وہ حکومت اور پبلک کے مفاد کو نہیں دیکھتے اور اپنے مفاد کے لئے بعض اوقات ملک سے بھی غداری کر بیٹھتے ہیں۔ اسلام سرکاری ملازم سے پہلے یہ مطالبہ کرتا ہے۔

۱۔ کہ تم پہلے اللہ تعالیٰ کے بندے ہو۔

۲۔ پھر ملک کے ملازم اور وفادار ہو۔

۳۔ اور پھر آخر میں اپنے نفس کے تقاضے ہیں۔

اگر ہم ان تینوں فرائض کو اپنا اپنا مقام دے دیں تو اللہ تعالیٰ بھی خوش ہوگا، ملک بھی خوشحال ہوگا اور سرکاری ملازم بھی خوش ہوگا۔ ذاتی مفادات حدود کے اندر ہوں تو بری بات نہیں۔ کون کھانا نہیں کھاتا، کون کپڑا نہیں پہنتا، مکان نہیں چاہتا، یہ طبعی مطالبات اور ضروریات ہیں اگر ان سے کسی کو روکا جائے تو فطرت بغاوت کرتی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ جب خدا کے حکم اور ملکی مفاد سے شخصی مفاد ٹکراتا ہو تو اپنے ذاتی مفاد کو پیچھے کرو۔ ہم اپنے ذاتی مفادات کے حصول میں جب حدود سے آگے بڑھتے ہیں تو ٹکراؤ پیدا ہوتا ہے۔ ایک چیز ہمارے ملک میں چل پڑی ہے جس کو معیار زندگی کی بلندی کہتے ہیں۔ جس کا تصور یہ ہے کہ جس کے پاس بنگلہ، موٹر اور بینک بیلنس ہوگا وہ بڑا آدمی ہوگا۔ اسی سونے کے پنجرہ میں بند ہونے کی وجہ ہے کہ آج ہم سب پھڑ پھڑا رہے بلکہ پنجرے سے ٹکریں مار رہے ہیں اور اپنے جسموں اور سروں کو زخمی کر رہے ہیں۔ چونکہ اس خیالی معیار زندگی کی بلندی تک پہنچنے کے لئے ہماری تنخواہیں کفایت نہیں کرتیں تو اس کے نتیجہ کے طور پر پہلا رخنہ ہماری دیانت میں پڑتا ہے اور اس سے کچھ قباحتیں وجود میں آتی ہیں جس میں ایک رشوت ہے اور دوسری چیز خصوصی مراعات ہیں جن سے ہم اپنے معیار زندگی کو بلند کرتے ہیں۔ اسلام آپ کو آدم کے ابتدائی لباس کی حالت میں واپس نہیں لے جاتا نہ آپ کو پتھر کے زمانہ کے انسان کے مقام پر لے جاتا ہے لیکن اس بات کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ اس لباس و پوشاک اور خوراک کے حصول کے لئے آپ اپنی امانت و دیانت کو داؤ پر لگا دیں۔ جس سوسائٹی میں امانت اور دیانت، راست بازی کی قدر نہ ہو اور صرف لباس اور مکان سے انسانوں کو تولا جاتا ہو وہ سوسائٹی بہت گری ہوئی اور پست ہوتی ہے۔ اس کی مثال حضرت شیخ سعدیؒ کی دعوت کی طرح ہے۔ حضرت شیخ سعدیؒ کی کسی نے دعوت کی تو وہ بہت ہی سادہ کپڑوں میں چلے گئے، دربان نے فقیر سمجھ کر اندر جانے کی اجازت نہ دی اور آپ کو واپس کر دیا۔ واپس آ کر شیخ سعدیؒ نے بہت اعلیٰ اور نفیس کپڑے پہن لئے اور واپس چلے گئے، اس دفعہ دربان نے بہت عزت و اکرام کے ساتھ اندر جانے کی اجازت دی۔ جب کھانا پیش ہوا تو حضرت شیخ سعدیؒ اپنی آستینوں کو سالن میں ڈبو رہے ہیں۔ جب پوچھا گیا کہ یہ کیا حرکت ہے؟ تو کہا کہ دعوت تو میری نہیں ہوئی ہے بلکہ کپڑوں کی ہوئی ہے ورنہ میں تو اس سے پہلے بھی آیا تھا۔

اسلام میں بلندی اور عزت دولت کی بنیاد پر نہیں ہے۔ ہمارے ایک دوست کہتے تھے کہ مولانا میرے لئے دُعا کرو کہ تین بی (Bs) مل جائیں۔ یعنی بینک بلینس، بنگلہ اور بیگم۔ اسی طرح جب معیار زندگی

کی بنیاد مال و دولت ہو تو اس کے لئے ہر جائز و نا جائز اقدام کو کرے گا۔ ایک معیار زندگی کی بلندی اللہ تعالیٰ اور اسلام کے نزدیک ہے جس کے متعلق قرآن میں آتا ہے

اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقَاکُمۡ (الحجرات:۱۳)

اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو۔

تو ایک معیار زندگی تقویٰ اور پرہیز گاری کے ساتھ ہے۔ چاہے مال ہو یا نہ ہو، عہدہ ہو یا نہ ہو۔ میرے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقام پر ارشاد فرمایا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَنۡظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمۡ وَ اَمۡوَالِکُمۡ وَلٰکِنۡ یَنۡظُرُ اِلٰی قُلُوۡبِکُمۡ وَاَعۡمَالِکُمۡ (صحیح مسلم)

کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتے ہیں بلکہ تمہاری نیتوں اور عملوں کو دیکھتے ہیں۔ ایک ڈگر چل پڑی ہے جس میں نہ آپ قصوروار ہیں اور نہ ہم قصوروار ہیں۔ لیکن میراث میں ملی ہے اور وہ یہ ہے کہ عزت اس کی ہے کہ جس کے کپڑے قیمتی ہوں، مکان عالی شان ہو، سواری عمدہ ہو۔ دیانت داری اور اخلاق کی اہمیت جاتی رہی۔ قرآن کریم جو ایک ملازم کے اندر صفات کو دیکھنا چاہتا ہے اس کے متعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا ہے۔

اِنَّ خَیۡرَ مَنِ اسۡتَاۡجَرۡتَ الۡقَوِیُّ الۡاَمِیۡنُ ٥ (القصص:۲۶)

اچھا نوکر وہ شخص ہے جو مضبوط (ہو اور) امانت دار (بھی) ہو۔

یعنی ملازم میں یہ دو صفتیں ہوں کہ وہ قوی ہو یعنی جو کام اس کے سپرد کیا جائے اس کا اہل ہو یعنی یہ نہیں کہ ڈاکٹر کی جگہ انجینئر اور انجینئر کی جگہ ڈاکٹر لگا دیا جائے۔ ڈاکٹر کی قوت انجینئر کی جگہ اور انجینئر کی قوت ڈاکٹر کی جگہ کام نہیں آئے گی۔ اگر آپ مجھ کو سائنس کا لیکچرار لگا دیں تو میں کیا پڑھاؤں گا۔ قوی سے مُراد وہ استعدادیں، صلاحیتیں اور کمالات ہیں کہ جو کام اس کو سپرد کیا جائے اس کو خوش اسلوبی سے پورا کرے۔ آپ ماشاء اللہ صلاحیتوں اور کمالات کے لحاظ سے ملازمت کے اہل ہوں اور استعداد کے لحاظ سے حقوق کامل طور سے ادا کر سکتے ہوں۔ قرآن نے ملازم کے لئے جو دوسری شرط عائد کی ہے وہ امانت ہے۔ امین صرف وہی نہیں جو مال میں خیانت نہ کرتا ہو بلکہ جو کام ذمہ لگایا گیا ہے آپ اس کے کرنے میں اپنی پوری صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں۔ امانت کا ایک دوسرا رُخ یہ بھی ہے کہ جب آپ کے اپنے مفادات سامنے آتے ہیں جس کا

سب سے پہلا حملہ آپ کی امانت اور دیانت پر ہوتا ہے، اور یہ ذاتی امانت اور دیانت کبھی مال کے لالچ کی وجہ سے ضائع ہوجاتی ہے اور کبھی کسی کے خوف کی وجہ سے۔ آپ کے بڑے کبھی اپنے مفاد کے لئے آپ سے کام کروائیں گے اور آپ ان کو خوش کرنے کے لئے یا ان کے شر سے بچنے کے لئے ناجائز کام کریں گے۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔

غیرِ اللہ را مسلمان بندہ نیست

پیشِ فرعونے سرِافگندہ نیست

کہ مسلمان غیر اللہ کا بندہ نہیں اور وہ کسی فرعون کے سامنے گردن نہیں جھکاتا ہے۔

حدیث میں آتا ہے۔

افضل الجہاد کلمۃ الحق عند السلطان الجائر

کہ سب سے افضل جہاد کسی جابر بادشاہ کے سامنے حق بات کا کہنا ہے۔

ایک صاحب افسر ہے میں اس کا ماتحت ہوں، مُجھ سے مطالبہ کیا کہ فلاں مد میں اتنی رقم لے لو۔ اس میں تمہارا بھی فائدہ ہے۔ نِصۡفٌ لِیۡ وَنِصۡفٌ لَّکَ کہ نصف تمہارا ہوگا اور نصف میرا ہوگا۔ میں جُھک گیا بات مان لی۔ اپنی دیانت بھی خراب کی اور ملک کے ساتھ بھی ظلم کیا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی غداری کی۔ حالانکہ ایسے حالات میں دب کر بات نہیں ماننی چاہیئے۔ ایسی حالت میں ہم کہتے ہیں کہ کیا کریں سارے کا سارا معاشرہ ایسا ہوگیا، پورا ماحول بگڑ گیا ہے، سب ہی کھارہے ہیں، اکیلا میں اگر بددیانتی نہ کروں تو کونسا پہاڑ پھوڑوں گا۔ ایسے مقام پر دامن بچا کرلے جانا افضل جہاد ہے۔ خوف کے بعد دوسری بات لالچ ہے۔ اس معیار زندگی کی بلندی کے پھندے نے ہم سب کو ہلاک کیا۔ پریشانیاں سب کو لاحق ہیں لیکن بہت کم لوگ ہیں جن کے ذہن آسودہ حال ہیں اور وہ قانع اور مطمئن ہیں۔ حالانکہ ہر ایک جس درجہ پر ہے اس سے اُونچے درجے کے پیچھے بھاگ رہا ہے۔ انسان کا پیٹ سوائے قناعت کے نہیں بھر سکتا۔ اگر موجودہ وقت میں بھی کوئی ٹھان لے کہ چاہے کچھ بھی ہو میں خیانت نہیں کروں گا تو اللہ راستے کھول دیتا ہے۔ فلاں کے پاس کار ہے ہمارے پاس نہیں۔ اس کے پاس کہاں سے آئی؟ حالانکہ آپ بھی ملازم میں بھی ملازم اور شاید کہ گریڈ اور تنخواہ میری زیادہ ہو۔ آج کل فائل دفاتر میں آگے نہیں بڑھتی جب تک رشوت کا پہیہ نہ لگایا جائے۔ فائل ایک دفتر سے دوسرے دفتر تک مہینوں میں پہنچتی ہے۔ اس لئے تو ایسی صورت حال میں نہ آپ خوش نہ پبلک خوش۔

قرآن نے اس سارے معاملہ کو خوش اسلوبی کے ساتھ حل کرنے کے لئے قوی اور امین کی شرائط سرکاری ملازم کے لئے رکھی ہیں۔اسی طرح جب حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کے خزائن سپرد ہوئے تو فرمایا۔

قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ o (یوسف:۵۵)

یوسفؑ نے فرمایا ملکی خزانوں پر مجھ کو مامور کردو (میں ان (کی) حفاظت (بھی) رکھوں گا (اور) خوب واقف ہوں)

کہ مُجھے زمین کے خزانوں پر نگران مقرر کرو۔اور اس کی وجہ یہ فرمائی کہ میں حفیظ بھی ہوں اور اس کو چلانے کا علم بھی رکھتا ہوں۔یعنی خزائن کے چلانے کا فن بھی جانتا ہوں یعنی سرکاری ملازم کے لئے اپنے فن کا ماہر بھی ہونا ضروری ہے اور اس کا حفاظت کرنے والا بھی ہو۔یعنی وقت کی بھی حفاظت کرے مال کی بھی حفاظت کرے اور ملک وقوم کے مفادات کی بھی حفاظت کرے۔اگر خادمِ قوم سچ مچ کا خادمِ قوم بن جائے تو قوم کا سردار بن جائے گا۔ سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ۔ اگر قوم اور پبلک کو سچ مچ اس بات کا یقین ہو جائے کہ یہ ملازم یا افسر ہمارا مفاد چاہتا ہے اور ہمارا خیر خواہ ہے تو محبوب بن جاؤ گے۔

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد
ہر کہ خود را دیداو محروم شد

ترجمہ: جس نے بھی خدمت کی وہ ہوا مخدوم، جس نے دیکھا اپنا آپ وہ ہوا محروم۔

کہ جو حقیقتاً خادم ہوتا ہے وہ آخرش مخدوم ہو جاتا ہے۔عبادات سے جنت ملتی ہے اور خدمت سے اللہ تعالیٰ ملتے ہیں۔

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

پس سرکاری ملازم کے لئے یہ چار صفات بہت ضروری ہیں۔کہ قوی ،امین، علیم اور حفیظ ہو۔ حکومت کے بھی کچھ مفادات ہوتے ہیں اور اگر حکومت اچھی ہو ملک وقوم کی خیر خواہ ہو تو اس کے مفادات بھی حقیقتاً پبلک کے مفادات ہوں گے۔اور اگر حکومت ایسی ہے کہ ایک خاص طبقہ کے مفادات کو آگے بڑھاتی ہو اور پورے عوام کے مفادات کو ضائع کرتی ہو تو پھر وہ حکومت حکومت ہی نہیں۔اگر ہم یہ سمجھتے ہوں کہ حکومت

کے اس اقدام سے سارے عوام کا فائدہ ہوگا تو دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کام کو اچھی طرح سے کریں۔ اگر حکومت کے اقدام غلط ہوں تو پھر کھل کر بتانا چاہیئے کہ یہ اقدام غلط ہے اس میں ملک وقوم کا نقصان ہے۔ بعض اوقات حکومت کسی پالیسی کو نافذ کرنا چاہتی ہے اور وہ غلط ہوتی ہے لیکن ہماری زبانوں پر تالے لگے ہوتے ہیں اور جب وہ بات واقع ہو جاتی ہے تو پھر حکومت پر عیوب تھوپتے ہیں۔ بیداری ذہن بیداری قلب اور بیداری علم کا ہونا ضروری ہے۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی   اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

بعض اوقات ذاتی مفادات پر بات آتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتے ہیں جو ذاتی مفادات پر قوم وملک کے مفادات کو ترجیح دیتے ہیں۔ اگر کوئی افسر بھی غلطی کرے تو چھوٹوں کو بھی اسے ٹوکنا چاہیئے۔ ایک دفعہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی پر دعویٰ دائر کیا کہ اس نے آپ کی زرہ چرائی ہے۔ حضرت علیؓ قاضی شریح کی عدالت میں پہنچے۔ امیر المؤمنین تھے لیکن قاضی صاحب نے حضرت علیؓ کو کوئی کرسی وغیرہ پیش نہیں کی اور جس طرح یہودی عدالت میں کھڑا رہا اسی طرح حضرت علیؓ بھی کھڑے رہے۔ جب قاضی نے گواہ طلب کیے تو حضرت علیؓ نے اپنے غلام اور حضرت امام حسنؓ کو پیش کیا۔ جس پر قاضی نے کہا کہ آپ کے غلام اور آپ کے صاحبزادے کی گواہی آپ کے حق میں قابل قبول نہیں ہے، چنانچہ فیصلہ یہودی کے حق میں ہو گیا۔ اس فیصلے کے بعد یہودی کو اسلام کی حقانیت کا یقین ہو گیا اور اس نے اسلام قبول کر لیا اور زرہ حضرت علیؓ کے حوالے کر دی۔ فیصلے کے بعد قاضی شریح نے حضرت علیؓ سے معذرت کی کہ تقاضائے عدل کی وجہ سے آپ کو کوئی کرسی وغیرہ پیش نہ کر سکا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اگر آپ ایسا کرتے تو جہاں میں کھڑا تھا وہاں آپ کو مجرم کی حیثیت سے کھڑا کرتا۔ ہمارے ہاں یہ بات نہیں کہ جو جس طرح کرے اس کو کرنے دو۔ بس اپنا وقت پورا کرو۔ چلتی کا نام گاڑی والا معاملہ نہیں تھا۔ بلکہ جہاں کوئی ناجائز بات کو دیکھتا وہاں وہ روکتا اور ٹوکتا تھا۔ اگر کوئی غلطی کرتا اُس کو منع کرتا۔ ہمارے ملک کے حالات جو بد سے بدتر ہوتے گئے یہ ایک دن کی مصیبت نہیں۔ جیسے لکڑی کو گھن لگ جاتا ہے اور وہ بالکل مٹی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ہمارے ملک کو بھی گھن لگ گیا تھا جس کا زبردست ہچکولا 1971 میں مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی صورت میں ظاہر ہوا۔ قوموں کی بربادی کا سب سے بڑا سبب اخلاقی گراوٹ اور حق گوئی کا فقدان ہوتا ہے۔ ہم کردار کی بلندی کو اپنائیں تو میں دعوے سے کہتا ہوں کہ پھر دیکھیں ہم کیسے ترقی کرتے ہیں۔

سرکاری ملازم کے فرائض منصبی کا تیسرا رُخ اور تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ہے، اور یہ اتنا ہمہ گیر عالم گیر اور دور رس ہے کہ اگر انسان کے دل میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، وہ حاضر و ناظر ہے اور مُجھے ہر وقت دیکھتا ہے، میرے ارادہ اور ہر عمل کو جانتا ہے، اگر کوئی کوتاہی کی، ناجائز کام کیا، کسی پر ظلم کیا، کسی کا غلط کام کیا، کسی کا حق مارا تو کل جواب دہی ہوگی۔ اگر اللہ تعالیٰ کا ڈر ہوگا تو پھر کبھی بھی ناجائز اور غلط کام نہیں کرے گا۔ تقویٰ یعنی اللہ کا پاس و لحاظ جب ہوگا تو ہر کام ٹھیک کرے گا۔ پہلے ہمارے معاشرہ میں بڑوں کا بھی پاس و لحاظ ہوتا تھا اور بڑوں کی موجودگی میں چھوٹے ایسا ویسا کام نہیں کرتے تھے۔ تقویٰ کے ہوتے ہوئے انسان اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ رازق ہے اور جب انسان کا اللہ تعالیٰ کی رازقیت پر یقین ہوگا تو وہ رشوت وغبن وغیرہ کی طرف نہیں جائے گا۔ اگر تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کا لحاظ ہوگا تو فقیروں کو بھی اللہ چمکاتا ہے۔ معین الدین اجمیریؒ ظاہری لحاظ سے فقیر تھے، اسی طرح محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے پاس دُنیا کا ساز و سامان اور عہدہ نہیں تھا لیکن بادشاہوں اور بڑوں بڑوں کی گردنیں ان کے سامنے جھکتی تھیں۔ عزت کا دینے والا ایک اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے لئے اگر ایک در بستہ تو صد در وا ہوتے ہیں یعنی ان کے لئے اگر ایک دروازہ بند ہو جاتا ہے تو سو دروازے اور کھل جاتے ہیں۔ تیرا رزق جہاں بھی ہوگا وہ پہنچ کر ہی رہے گا۔

اُڑ کے پہنچتا ہے وہ جو تیرا مقسوم ہے
پر دیئے ہیں میرے رازق نے ہر دانے کو

ناجائز دولت کمانے والوں اور حرام کے کھانے والوں کے لئے معاشرہ میں عزت نہیں ہوتی۔ بلکہ بعض اوقات حرام کی کمائی انسان کو یہاں بھی رسوا کرتی ہے اور پٹواتی ہے۔ اگر دولت دیانت کے ساتھ، امانت کے ساتھ اور اسلام کے ساتھ ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت ہے۔

پس سرکاری ملازم کے پبلک اور حکومت کے ساتھ جو تعلقات ہوں اس پر اللہ تعالیٰ کا تعلق چھایا ہوا ہو۔ اگر جج کوئی مقدمہ فیصلہ کرتا ہو تو اس کو اللہ تعالیٰ کا خوف ہو، نہ کسی کے ساتھ ظلم کرے اور نہ کسی کی بے جا رعایت کرے اور نہ دولت کا لالچ اس کو انصاف سے روکے۔ اگر خوف ہو تو وہ اللہ کا ہو اور سب سے زیادہ ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دُعا ہے کہ اے اللہ اپنے خوف کو تمام خوفوں سے زیادہ کر دے اور اپنی چاہت اور

محبت کو تمام محبتوں اور چاہتوں سے زیادہ کردے۔ کسی کے خوف و محبت کی وجہ سے نہ قدم ڈگمگائے اور نہ قلم ڈگمگائے۔ اگر سرکاری ملازم کے اندر یہ صفات موجود ہوں تو پبلک کے ہاں بھی محبوب بنے گا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی۔

اسلام رہبانیت کا مذہب نہیں، ہر عمل اگر صحیح طریقہ سے کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہو تو وہ عبادت ہے۔ اگر ایک جج صحیح اور انصاف کے مطابق فیصلہ کرتا ہے، ایک اُستاد صحیح پڑھاتا ہے اور ایک تاجر صحیح تجارت کرتا ہے اور ایک انجنیئر ایک عمارت دیانت سے بناتا ہے تو یہ سب عبادت ہیں۔ اسلام نے ہر عمل پر جزاء رکھی ہے۔ اور یہ اسلام کا کمال ہے کہ ہر عمل کو دین بنایا۔ ہمارے ہاں ایک کیمیا ہے کہ دُنیاوی اعمال کو دین بنادے، اور یہ کیمیا کیا ہے؟ کہ اخلاص نیت ہو، اللہ کا حکم ہو، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق ہو۔ ایسا جو بھی عمل ہوگا وہ یہاں بھی بابرکت ہوگا اور آخرت میں بھی بابرکت ہوگا۔ آج تو برکت کا نام ہی اٹھ گیا۔ اسلام معیار زندگی کی بلندی کی حقیقت، ہمت، تقویٰ، اعمال حسنہ اور اخلاق فاضلہ کو قرار دیتا ہے۔ اگر ان صفات کی موجودگی میں مال و دولت بھی ہو تو اسلام اس سے منع نہیں کرتا۔ موجودہ دور میں ہم معیار زندگی صرف سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقی کو کہتے ہیں اور جو اعلیٰ اقدار ہیں ان کو پیچھے ڈال دیتے ہیں، اخلاق کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ اس اسلامی مملکت پاکستان میں اسلامی ضابطۂ اخلاق پر کتنے لوگ عمل کر رہے ہیں؟ جب ہم میں یہ خرابیاں پیدا ہوگئیں تو ہم نے دینی اور دُنیاوی محنتوں کو چھوڑ دیا۔ تقریباً 300 سال ہوگئے کہ یورپ اُٹھا ہے۔ ان 300 سالوں میں یورپ نے ساری ترقی کی ہے اور ہم اس دوران سوتے رہے۔ ہم جتنے آگے بڑھتے ہیں وہ ہم سے اور آگے بڑھ جاتے ہیں۔ پہلے یہ ترقیات صدیوں میں ہوتی تھیں اور اب بہت جلدی جلدی وقوع پذیر ہوتی ہیں۔ 1945 کو Atomic Age پھر Space Age اور اب Moon Age وجود میں آئی۔ یورپ میں سائنس کا بیج ہم نے بویا اور پھل یورپ نے کھایا۔ اخلاق کی کمی کی وجہ سے ہم سے حکومت گئی۔ پھر جو نظام تعلیم آیا وہ ہمارے دین و تہذیب و تمدن سے کتنا مختلف تھا۔ ہمیں وہ تعلیمی نظام دیا کہ ہم افسانوں اور لطیفوں میں اُلجھ گئے۔ اور ایسا نظام دیا کہ ہم اچھے کلرک اور بابو بنے۔ حالانکہ اسلام نے ہم کو سائنس سے نہیں روکا ہے۔

☆☆☆☆☆

سید سعید اللہ مازارہ

حفاظت قرآن مجید (قسط نمبر ۹)

قرآن مجید کی لُغت:

عربی زبان کی وسعت:

قرآن عربی زبان میں نازل ہوا ہے جو الفاظ کے ذخیرہ کے لحاظ سے وسیع ترین زبان ہے جس میں ہر ہر مطلب کے ادا کرنے کے لئے ایسے جامع الفاظ ملتے ہیں جن کی بناء پر کسی بھی مطلب کو واضح طور پر بیان کیا جاسکتا ہے۔

﴿ ~~عرب کا مادہ ظہور ووضاحت پر دلالت کرتا ہے۔ عربی میں کہا جاتا ہے۔ "اَعُرَبَ عَنۡـهُ~~ لِسَانُهٗ" "اَی اَبَانَ وَاَفصَحَ"، یعنی دِل کی مراد کو ظاہر کیا اور واضح طور پر بات کہی "اَعۡرِبۡ عَمَّا فِیۡ ضَمِیۡرِکَ" اَیۡ اَبِنۡ" یعنی جو بات تیرے دل میں ہے وہ ظاہر کردے اس لئے ایسے شخص کے بارے میں جو بات کو واضح طور پر بیان کرے کہا جاتا ہے: اَعُـــرَبَ" (لسان العرب باب الباء فصل العین)۔ اس کے بالمقابل ہے "عجم "ابوالفتح الوصلی نے کہا ہے ترکیب" ع ج م "فی کلام العرب للابهامِ والاخفاءِ وضد البیانِ والایضاح و منه قولُهم رجل اعجم وامرَءَ ة عجماءُ اِذاکانا لایَفصحانِ وبقال للبهیمة: العجماءُ لِانّها لا توضح مافی نَفۡسِها" "ع ج م" کی ترکیب ابہام اور اخفاء بیان اور ایضاح کی ضد کے لئے آتا ہے اس مادہ سے عرب کا یہ قول ہے "رجل اَعجم وَامرءَ ة عُجماءُ" جب وہ اپنی مراد واضح نہ کرسکتے ہوں۔ بهیمه یعنی چوپائے کو عجماء اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی نفس کی بات کو واضح نہیں کرسکتا۔ (روح المعانی ۱۴:۲۱۳) چنانچہ قرآن مجید میں بارش کے لئے طَلّ. وَابِل. غَیۡث. مَطَر. کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور سانپ کے لئے حَیَّة. جَانّ. ثُعبَان کے الفاظ۔ ان میں سے ہر ہر لفظ اپنے محل وقوع پر استعمال کیا گیا ہے۔ اگر وہاں ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ استعمال کیا جائے تو پھر موقع کے مناسب معنی ادا نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح عربی زبان میں شہد کے لئے اسی ۸۰ نام، تلوار کے لئے تیس ۳۰، اونٹ کے لئے ایک ہزار ۱۰۰۰، سورج کے لئے باون ۵۲، سانپ کے لئے دوسو ۲۰۰، اور پانی کے لئے سترہ ۱۷ نام آئے ہیں۔

مترادفات کے علاوہ اس زبان کی وسعت کے اعتبار سے اس کی اور بھی ایسی خصوصیات ہیں جو اور لغات میں نہیں پائی جاتیں۔ جن کی بنا پر اس زبان میں کسی مطلب کے ادا کرنے کے لئے اس کے مناسب الفاظ ملتے ہیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: الثعالبی کا فقہ اللغۃ۔ علامہ سیوطی کا المزھر ج اوّل النوع الثانی والعشرون اور جواد علی کا المفصل: ۸ فصل ۱۳۶ ﴾

معجزانہ اسلوب:

قرآنِ کریم اس وسیع وجامع زبان میں ایسے اسلوب بیان سے نازل فرمایا گیا جو اس کے کلامِ الٰہی ہونے کی دلیل ہے اور تمام مخلوق اس کی مثل لانے سے عاجز ہے۔ اس زبان کی وسعت وجامعیت کی بناء پر

کسی شخص کے لئے یہ عذر کرنے کی گنجائش نہیں چھوڑی گئی کہ ہم اس کی مثل لانے سے اسلئے عاجز ہیں کہ اپنے مطلب کوادا کرنے کے لئے ہمیں اس زبان میں فصیح الفاظ نہیں ملتے۔ چنانچہ

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِىْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِىٌّ وَّ هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِىٌّ مُّبِيْنٌ ○ (النحل ۱۶:۱۰۳)

ترجمہ:۔ ''اور ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کو تو آدمی سکھلا جاتا ہے جس شخص کی طرف اس کی نسبت کرتے ہیں اس کی زبان تو عجمی ہے اور یہ قرآن صاف عربی ہے۔''

کی تفسیر میں کرمانی نے کہا ہے ''اَلْمَعْنٰى اَنْتُمْ اَفْصَحُ النَّاسِ وَ اَبْلَغُهُمْ وَ اَقْدَرُهُمْ عَلَى الْكَلَامِ نَظْمًا وَّ نَثْرًا، وَقَدْ عَجَزْتُمْ وَ عَجَزَ جَمِيْعُ الْعَرَبِ عَنِ الْاِتْيَانِ بِمِثْلِهٖ فَكَيْفَ تَنْسِبُوْنَهٗ اِلَى الْاَعْجَمِىِّ الْكِنِ (الآلوسی: روح المعانی ۱۴:۲۱۳) آیت کا معنی یہ ہے کہ تم تو نظم اور نثر دونوں میں تمام لوگوں سے سب سے زیادہ فصیح بلیغ اور قادر ہو اور اس کے باوجود تم اور تمام عرب اسکی مثال لانے سے عاجز ہو گئے ہو تو پھر کس طرح اس کی نسبت ایک گونگے عجمی کی طرف کرتے ہو۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے: قرآن مجید تو مجموعہ لفظ اور معنی کا نام ہے ۔سو اگر معنی کی جزالتِ خارقہ کے ادراک کی تم کو تمیز نہیں تو الفاظ کی بلاغت خارقہ کو تو سمجھ سکتے ہو پس اگر فرض کر لیا جائے کہ مضامین وہ شخص سکھلا دیتا ہے تو یہ بھی تو سوچو کہ یہ الفاظ کہاں سے آ گئے کیونکہ (جس شخص کی طرف اس کی نسبت کرتے ہیں اسکی زبان تو عجمی ہے اور یہ قرآن صاف عربی ہے) اور عربی بھی ایسی کہ بلغاء عرب اس کے معارضہ سے عاجز آ گئے تو بیچارہ عجمی کب ایسی عبارت بنا سکتا ہے پھر کیسے احتمال ہو سکتا ہے کہ وہ شخص آپکو قرآن سکھلاتا ہو۔ (بیان القرآن: ۶:۶۲)

قرآن مجید میں لغات عرب:

یہ جامع وسیع ترین زبان کئی لغات پر مشتمل ہے۔ جلال الدین سیوطیؒ نے ان میں سے مندرجہ ذیل چالیس لغات کے نام لئے ہیں جو قرآن مجید میں موجود ہیں ۔قریش ۔ ھذیل ۔ کنانہ خثعم ۔خزرج اشعر۔ نمیر۔قیس غیلان ۔ جرہم ۔یمن۔ ازدشنوء ہ ۔کندہ۔ تمیم۔ حمیر۔مدین ۔لخم۔ سعد العشیر ۃ۔حضر موت ۔ سدوس۔عمالقہ۔انمار۔غسان ۔ مذحج۔خزاعہ۔غطفان ،سباء۔عمان ۔ بنو حنیفہ۔ثعلب۔طی عامر بن صعصعہ۔ اوس۔مزینہ۔ثقیف۔حزام۔ہلی۔عذرہ۔ہوازن ۔النمر یمامہ۔ (الاتقان:۱:۱۳۵) ان لغات میں سے کسی لغت کا

غیر فصیح لفظ قرآن مجید میں نہیں نہ اس میں بنو تمیم کا عنعنہ ہے، نہ اسد کا کشکسہ، نہ ربیعہ کا کسکسہ وغیرہ

﴿﴿(عنعنه: کلمہ کی ابتداء میں جب ہمزہ آجاتا تو بنو تمیم اس کو عین سے بدلتے اَسْلَمَ کی جگہ عَسْلَمَ. اَشْهَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰه کو عَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰه پڑھتے اور اَخْبَرَ نَا فُلان اَنَّ فُلا نًا حَدَّثَهٗ کی جگہ عَنَّ فلا نًا حَدَّثَهٗ پڑھتے۔

کشکشه: مؤنث مخاطب میں کاف کو شین سے بدلاتے۔ علیکِ کی جگہ عَلَیشِ، مِنکِ کی جگہ مِنشِ اور بکِ کی جگہ بِشِ پڑھتے۔

کسکسه: مؤنث مخاطب کے کافِ خطاب کے ساتھ وقف کی حالت میں سین ملا لیتے۔ اَکْرَمْتُکِ، مَرَرْتُ بِکِ کو وقف کی حالت میں اَکْرَمْتُکِس اور مَرَرْتُ بِکِس پڑھتے۔

عجعجه: جب یاء سے پہلے عین ہوتا تو بنو قضاعہ یاء کو جیم سے بدلتے راعی کی جگہ راعج اور معی کی جگہ معج (تاج العروس ۱:۸)

شنشه: . یمن کی لغت میں کاف کو ہر حالت میں شین سے بدلا جاتا لَبَّیْکَ کی جگہ لَبَّیشَ پڑھتے (المزھر ۱:۲۲۲)

بعض عرب کاف کو جیم سے بدلتے۔ کعبہ کی جگہ جعبہ کہتے۔ (تاج العروس ۱:۸، المفصل ۸:۵۷۱) ﴾﴾

لغتِ قریش کی جامعیت:

قریش کو عرب میں دینی، سیاسی اور اقتصادی مرکزیت حاصل تھی۔ جس کی بناء پر تمام عرب کی آمد و رفت مکّہ معظّمہ کو ہوتی رہتی تھی۔ خصوصاً حج کے موقع پر۔ چنانچہ ''عکاظ'' ایام جاہلیت کا سب سے بڑا بازار ۱۵ ذی قعدہ سے یکم ذوالحج تک لگتا۔ اس موقع پر شعراء اپنے قصائد سناتے، خطباء تقریریں کرتے، حکام اپنے فیصلے سناتے۔ شیوخ معاہدے کی دفعات طے کرتے۔ ان مواقع پر قریش ان سے فصیح لغت کو اپنا لیتے۔ اس طرح قریش کی لغت عربی کے تمام لغات کے فصیح الفاظ کی جامع بن گئی۔ اس لیے کسی لغت کے ایسے فصیح الفاظ بہت کم ملتے ہیں جو قرآن مجید میں ذکر ہوں اور قریش کی لغت میں مستعمل نہ ہوں۔

(۱) قتادہ نے کہا ہے ''**کانت قریش تجتبیٰ افضلُ لغات العرب حتیٰ صار افضل لغاتها فنزالقرآن بها**'' (تاج العروس ۱:۴۷)

(۲) قریش عرب کے لغات میں سے افضل کو اپنا لیتے جس کی بناء پر عرب کے لغات میں افضل لغت قریش کی لغت ہوگئی تو قرآن اس الغت میں نازل ہوا۔

(۳) ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا ہے ''**قریش هُم اَوسط العرب فی العرب دارًا و احسنهٗ جوارًا و اعربهٗ السنةً** قریش عرب میں بسنے کے لحاظ سے عرب کے وسط ہیں ہیں۔ (جوار) یعنی پڑوس

کے لحاظ سے سب سے زیادہ اچھے اور زبان کے لحاظ سے سب سے زیادہ فصیح ہیں۔ اس لئے علماء لغت سب سے پہلے قریش کی لغت سے استدلال کرتے ہیں اور اسکے بعد ان قبائل کی لغات سے جو درجہ بدرجہ ان سے قریب تر ہوں۔ جیسا کہ الرافعی نے کہا ہے۔ "**فاعتبرُو الغة قریش افصح اللغات و اصر حھالِبُعْدِھم عن بلادالعجم من جمیع جھاتھم ،ثم مَنِ اکْتَنَفَھُمْ من ثقیف وھذیل و خزاعة ونبی کنانة وغطفان ونبی اسدوبنی تمیم ثم ترکوالا خذ عَمَّن بَعُدَ عنھم مِن ربیعة ولخم وجذام وغسان وایاد وقضاعة وعرب الیمن لمجاورتھم الفرس والروم والجشه**(جواد علی: المفصل ۸:۶۳۲)

(۵) جیسا کہ "**فاکھةً و ابًا** کے بارے میں حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا' **کُلَّ ھٰذا قَد عرفنافما الاب:** یہ سب ہم پہچان چکے ہیں لیکن اب کیا ہے۔ (الزمخشری: الکشاف ۴: سورہ عبس ۸۰:۳۱)

اختلاف کی صورت میں قریش کی لغت میں لکھنے کا حکم:

قریش کی لغت کا عرب کی تمام لغات کے فصیح الفاظ کو جامع ہونے کی بناء پر امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک باب بعنوان''باب نزل القرآن للسان القریش والعرب' **قُرْانًا عَرَبِیًّابِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ**'' قائم کر کے اس کے ذیل میں آپؒ نے جمعِ قرآن سے متعلق حدیث کے اس حصے کو ذکر کیا کہ حضرت عثمانؓ نے مصاحف لکھنے کے وقت زید بن ثابتؓ اور تینوں قریشی حضرات سے فرمایا: **اِذااختلفتم انتم و زیدبن ثابت فی عربیة من عربیة القرآن فاکتبوھا بلسانِ قریش فان القرآن نزَل بلسانھم** ترجمہ:۔ جب تمہارا اور زید بن ثابت کا آپس میں قرآن مجید کی عربیت میں اختلاف آجائے تو اسے قریش کی زبان میں لکھو اس لئے کہ قرآن ان کی زبان میں نازل ہوا۔

اختلاف کے پیش آنے کی وجہ قرآن مجید کا سات اَحرف سے نزول تھا جو ضرورت کے پیش نظر تھی۔ (البرھان ۱:۲۱۳) جب اسکی ضرورت نہ رہی بلکہ اس سے امت میں افتراق آنے کا اندیشہ ہوا اور ذکر شدہ طریقہ سے قرآن مجید کے جمع کرنیکی ضرورت پیش آئی تو اختلاف کے پیش آنے کی صورت میں آپؓ نے قریش کی لغت میں لکھنے کا حکم فرمایا۔ جیسا کہ حضرت ابن مسعودؓ جب عجمیوں کو **حتّٰی حین** کی جگہ **عتّٰی حین** پڑھاتے جن کے لئے قریشی اور غیر قریشی لغت کے مطابق پڑھنا یکساں تھا تو حضرت عمرؓ نے عجمیوں کو ہذیل کی لغت میں پڑھنے کی عدم ضرورت کی بناء پر یہ حکم لکھا تھا کہ آپ لوگوں کو قریش کی لغت میں پڑھائیں اور ہذیل کی لغت میں نہ پڑھائیں۔ (فتح الباری ۹:۲۷)

اختلاف:۔

ان کا اختلاف صرف ایک کلمہ ''التابوت'' (البقرۃ ۲:۲۴۸) **میں آیا۔ زید بن ثابتؓ نے ''اَلتَّابُوْہُ'' ہاء کے ساتھ پڑھا۔ اور قریشی حضرات نے ''التابوت'' تاء کے ساتھ پڑھا جس کو قریش کی لغت کے مطابق ''التابوت'' لکھا گیا۔** (الطبری: جامع البیان ۱:۲۱)

عام صحابہ کی قرأت:

چنانچہ جس حرف سے قرآن مجید لکھا گیا وہ عام صحابہ کی قرأت تھی جو عرصۂ اخیرہ کے مطابق تھی جس پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہوا۔ جیسا کہ ابو عبدالرحمٰن السلمی (آپ نے حضرت عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ کے علاوہ صحابہ کرمؓ کی بڑی جماعت پر اور حضرت اُبَیّ بن کعبؓ پر قرآن مجید کی قرأت فرمائی تھی۔ (الزرکشی: البرہان فی علوم القرآن ۱:۲۴۳) ابراہیم النخعی سعید بن جبیر۔۔ علقمہ بن مرثد۔ عاصم بن بھدلہ وغیرہ حضرات تابعین نے آپ سے قرآن مجید پڑھا۔ ابو اسحٰق نے کہا ہے کہ آپ نے چالیس ۴۰ سال قرآن مجید پڑھایا (خلاصہ تہذیب التہذیب: ۱۹۴) آپ کو حضرت عثمانؓ نے کوفی مصحف کے ساتھ روانہ کیا تھا (شیخ ابو طاہر الکردی: تاریخ القرآن: ۱۷۶)) **نے کہا ہے** كانت قرأة ابى بكر وعمر وعثمان وزيد بن ثابت وللمهاجرين وَالانصار واحدة كانوا يقرءُوْن قرأة العامة وهى القراءة التى قرأها رسُول الله صلى الله عليه وسلم على جبرئيل مرتين فى العامِ الَّذى قُبِضَ فيه (البغوی: شرح السنۃ ۴:۵۲۵) **ترجمہ: حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، زید بن ثابتؓ اور مہاجرین اور انصار کی ایک قرأت تھی وہ عام قرأت کے مطابق پڑھتے، یہ وہی قرأت ہے جسکی قرأت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیلؑ پر دوبار اُس سال فرمائی جس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی۔**

(باقی آئندہ)

☆☆☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۲۳ سے) **اور میری تصانیف میں ان کے سوانحی تذکرے شائع ہوئے ہیں جو انہی سے لیے گئے تھے مگر کسی کتاب کا ذکر نہ کرنے کی وجہ سے حیرت ہوئی۔ ''داعیانہ اخلاق'' میں نے کراچی سے شائع کروائی تھی۔ والسلام علیکم۔ (فیض الرحمٰن)**

☆☆☆☆☆

سفر سے واپسی پر یہ دعا پڑھے

اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ

احمد خان صاحب

جنوبی کوریا کا سفر: مشاہدات وتاثرات

کوریا انٹرنیشنل کوآپریشن ایجنسی KOICA-Korea International Cooperation Agency نے Partnership Building with Asian Countries کے عنوان سے ایک دس روزہ پروگرام مورخہ 7 مارچ سے 16 مارچ 2004ء تک سیول (Seoul) جنوبی کوریا میں ترتیب دیا تھا۔ اِس پروگرام کیلئے جنوب مشرقی ایشیاء South East Asia کے 19 ممالک سے 21 مندوبین مدعو تھے۔ پروگرام میں پاکستان کی نمائندگی راقم الحروف نے کی۔

پروگرام کے اغراض ومقاصد (Objective) مندرجہ ذیل تھے:۔

1. To promote better unerstadning and more friendly relations between Korea and Asian Countries.

(کوریا اور دیگر ایشیائی ممالک کے درمیان ہم آہنگی اور مزید دوستانہ تعلقات کو فروغ دینا۔)

2. To recognize the importance of regional co-operation and find ways of realizing regional cooperation.

(علاقائی تعاون کی اہمیت کو تسلیم کرنا اور علاقائی تعاون کے طریقۂ کار کو اُجاگر کرنا۔)

پروگرام میں شرکت کیلئے راقم الحروف 5 مارچ 2004 کو پی آئی اے کی پرواز نمبر PK 309 کے ذریعے اسلام آباد سے کراچی پہنچا۔ مغرب اور عشاء کی نماز کراچی کے ہوائی اڈے پر پڑھی۔ 5 مارچ کو ہی کراچی سے ہانگ کانگ براستہ بنکاک Cathy Pacific ائرلائن کی پرواز نمبر CX- 2700 کے ذریعے روانہ ہوا۔ چونکہ بنکاک اور ہانگ کانگ پاکستان کے مشرق میں واقع ہیں اور ٹائم میں بالترتیب 2 اور 3 گھنٹے کا فرق ہے اِس لئے بنکاک پہنچنے پر گھڑی کو 2 گھنٹے آگے کیا جبکہ ہانگ کانگ پہنچنے پر گھڑی کو مزید ایک گھنٹہ آگے کیا۔ پاکستان اور کوریا کے وقت میں 4 گھنٹے کا فرق ہے۔ جہاز بنکاک کے ہوائی اڈے پر 6 مارچ کو فجر کے وقت پہنچا۔ چونکہ ہانگ کانگ جانے والے مسافروں کو اُترنے کی اجازت نہیں تھی اِس لئے فجر کی نماز

ہوائی جہاز میں ہی پڑھی۔ یہاں پر یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ دورانِ سفر خصوصاً غیر اسلامی ممالک کے سفر میں قطب نما (Compass) اور جائے نماز یا نماز کے لئے کوئی صاف کپڑا ضرور ساتھ رکھنا چاہیئے ورنہ قبلہ کا تعین اور نماز کی ادائیگی میں سخت مشکل پیش آسکتی ہے۔ ہماری پرواز 6 مارچ کو ہانگ کانگ ٹائم کے مطابق تقریباً 12 بجے دوپہر ہانگ کانگ ایئرپورٹ پہنچ گئی جبکہ ہماری اگلی منزل انچن ائیرپورٹ (Incheon) کے لئے پرواز 7 تاریخ کو آدھی رات یعنی 0045 Hrs پر طے تھی اِس لئے ہانگ کانگ ایئرپورٹ پر تقریباً 12 گھنٹے رُکنا پڑا۔ لہذا ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں ہوائی اڈے میں ہی ادا کیں۔ چونکہ قطب نما ساتھ تھا اِس لئے قبلہ کا رُخ متعین کرنا آسان تھا۔ دیگر کئی مسلمان مسافروں کو بھی قبلہ کی تعین میں مدد دی ورنہ ایک فلسطینی مسلمان تو بالکل قبلہ کے مخالف سمت میں نماز پڑھ رہا تھا۔ ہانگ کانگ ایئرپورٹ پر 12 گھنٹے کیسے گذرے۔ اِس کو مضمون کی طوالت سے بچانے کی خاطر چھوڑ رہا ہوں۔ بہرحال 7 مارچ کو صبح سوا پانچ بجے Incheon International Airport پہنچا۔ انچن ایئرپورٹ سیول شہر Seoul City سے تقریباً ایک گھنٹے کی مسافت پر واقع ہے۔ وہاں سے بس کے ذریعے کوریا سٹی ایئر ٹرمینل Korea City Air Terminal (K.C.A.T) پہنچا۔ فجر کی نماز کوریا سٹی ایئر ٹرمنیل پر پڑھی اور پھر وہاں سے ٹیکسی کے ذریعے انٹرنیشنل کوآپریشن ٹریننگ سنٹر International Co-operation Training (I.C.T.C) پہنچا۔ I.C.T.C کوریا انٹرنیشنل کوآپریشن ایجنسی (KOICA) کا ذیلی ادارہ ہے۔

7 مارچ مندوبین کی آمد اور I.C.T.C میں اندراج check in کیلئے مخصوص تھا۔ کانفرنس کی کاروائی 8 مارچ سے شروع ہوئی۔ Orientation/Welcoming Ceremony کے بعد دو سیشن منعقد ہوئے۔ پہلا سیشن کوریا کی تاریخ، ثقافت اور سوسائٹی کے بارے میں تھا جبکہ دوسرا سیشن کوریا کی اقتصادی ترقی کے بارے میں تھا۔ پروفیسر کم جانگ سیوک Dr. Kim Jong Seok Ph.D, Professor of Economics Hong IK University نے کوریا کی اقتصادی ترقی کے بارے میں تفصیلی بریفنگ دی۔ اُنہوں نے بتایا کہ 1910 سے 1945 تک کوریا جاپان کے زیرِ اقتدار رہا۔ 1945 میں کوریا کو آزادی ملی تو کوریا کی اقتصادی حالت نہایت خراب تھی۔ 1950 میں شمال اور جنوبی کوریا کے درمیان جنگ چھڑ گئی جو 1953 تک جاری رہی جس سے اقتصادی حالت مزید ابتر ہوگئی۔ اُنہوں نے بتایا کہ کوریا کا 70 فیصد رقبہ پہاڑی ہے لیکن اِن پہاڑوں میں کوئی معدنیات (Natural

(Resources) نہیں ہیں۔ گیس و تیل کا کوئی ذخیرہ نہیں ہے۔ جنگلات نہیں ہیں اس کے برعکس کوریا کی آبادی بہت زیادہ ہے Population Density دنیا میں دوسرے نمبر پر ہے۔ اِس پس منظر میں کوریا نے اپنی اقتصادی ترقی کے سفر کا آغاز کیا۔ ابتداء میں کوریا نے اپنی توجہ حصولِ تعلیم Investment in Human Capital پر مرکوز کی جس کی وجہ سے شرحِ تعلیم میں نمایاں تبدیلی آئی۔ شرح خواندگی جو 1945 میں 22% تھی 1960 میں 28% تک آگئی اور اب تقریباً 99 فیصد ہے۔ نئی نسل سب کی سب تعلیم یافتہ ہے۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ کوریا میں ہنرمند اور ارزاں افرادی قوت وافر مقدار میں موجود ہے جو اقتصادی ترقی کیلئے بنیادی اہمیت کی حامل اور ضروری ہے۔ اُنہوں نے بتایا کہ G.D.P جو 1960 میں 86 امریکی ڈالر تھا، 1990 میں دس ہزار امریکی ڈالر تک پہنچ گیا۔ ابتداء میں جنوبی کوریا نے مصنوعی انسانی بال (wig) برآمد کئے اُس سے کچھ زرِ مبادلہ کمایا تو کپڑوں اور جوتوں کی برآمد شروع کی جبکہ 1970 سے بھاری آلات اور کیمیکل مصنوعات (HCIS) جیسا کہ سٹیل، آٹوموبائیل، بحری جہاز، پیٹرو کیمیکل، آئل ریفائنری وغیرہ کی تیاری اور برآمد شروع کی۔ اِس وقت کوریا انفارمیشن ٹیکنالوجی (IT) پر خصوصی توجہ مرکوز کئے ہوئے ہے اور تمام دنیا کو آئی ٹی کی مصنوعات کی برآمد کرتا ہے۔ 9 مارچ کو پہلا سیشن I.C.T.C میں Inter-Korea Economic Cooperation and North Korea Policy کے بارے میں تھا جبکہ دوسرا سیشن Korea Trade Investment Promotion Agency (KOTRA) کی سیر (visit) اور بریفنگ بعنوان Major Investment and Export Promotion Activities of KOTRA in 2003 پر مشتمل تھا۔ دس مارچ کا پہلا سیشن Changes & Prospects of the Korean Banking Industry کے بارے میں تھا جبکہ دوسرا سیشن Korea Development Institute (K.D.I) جو کہ کوریا کا اقتصادی تھنک ٹینک (Think Tank) اور Development of Asian Countries in the W.T.O System پر مشتمل تھا، کی سیر کی۔

11 سے 13 مارچ تک تین دن Field Trip کے لئے مخصوص تھے اور ان تین دنوں میں ہم نے کوریا کی اقتصادی ترقی کا بچشم خود مشاہدہ کیا۔ ۱۱ مارچ کو صبح ساڑھے آٹھ بجے ہم سیول سے ولسن سٹی (Woolsan City) کے لئے روانہ ہوئے۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد ہم یان گن سٹی (Yougin

City) پہنچے۔ یہاں پر کوریا کا مشہور Korean Folk Village موجود ہے۔ یہ ایک مصنوعی گاؤں ہے۔ اِس وقت یہاں کسی کی رہائش نہیں ہے۔ یہ گاؤں دراصل کوریا کی تاریخ اور ثقافت کا عجائب گھر ہے۔ کوریا کے چوہدری کا محل (Noble Man's Mansion) کے ساتھ ایک عام زمیندار (Farmer) اور دہقان Peasant کیسے رہ رہے تھے۔ صوبائی گورنر کا محل اور دفتر کیسے تھے۔ مجرموں کو سزائیں کیسے دی جاتی تھیں، جیل میں مجرموں کو پابندِ سلاسل کیسے رکھا جاتا تھا، عالم کیسے زندگی گذارتا تھا، درس وتدریس کا نظام کیسا تھا، شادی بیاہ کا طریقہ اور اُس دوران مختلف ثقافتی سرگرمیاں اور لطف اندوزی (Cultural Activities and Entertainments) کا کیا سامان تھا۔ یہ تمام چیزیں اس گاؤں میں محفوظ preserve کی گئی ہیں۔ یہ گاؤں 243 ایکڑ رقبہ پر مشتمل ہے اور اس میں کوریا کے مختلف علاقوں سے 260 گھروں کے نمونے رکھے گئے ہیں۔ یہ گاؤں اکتوبر 1974ء میں سیاحوں کے لئے کھولا گیا ہے۔

دوپہر ایک بجے تک ہم اسی گاؤں میں رہے۔ دوپہر کا کھانا اُسی گاؤں میں موجود ریسٹورنٹ میں کھایا۔ راقم الحروف نے ظہر کی نماز بھی اُسی گاؤں میں پڑھی۔ کوریا کے ہوٹلوں اور ریسٹورانوں میں مسلمانوں کیلئے کھانا اور کھانے کا انتخاب ایک اہم مسئلہ ہے۔ ایک تو کوریا کے روایتی کھانے ہیں جنکا کھانا تو درکنار کھانے کو دیکھ کر ہی جی بھر جاتا ہے۔ اگر کہیں گوشت (Beef) اور مرغی Chicken مل بھی جائے تب بھی انکا کھانا ایک مسلمان کے لئے جائز نہیں کیونکہ وہ حلال یعنی اسلامی طریقے سے ذبح شدہ نہیں ہوتا لہٰذا گوشت اور مرغی سے مکمل پرہیز لازمی ہے۔ البتہ چاول اور مچھلی پر گذارہ کیا جاسکتا ہے۔ کوریا کے ریستورانوں میں شراب (Beer) بھی بہت عام ہے۔ عموماً پانی کی جگہ شراب پینے کا رواج ہے۔ لہٰذا پینے کے لئے پانی علیحدہ منگوانا پڑتا ہے۔ دوپہر 2 بجے ہم اِس گاؤں سے Dohung Information Network Village کے لئے روانہ ہوئے۔ تقریباً 5 بجے عصر کے وقت ہم دوہنگ (Dohung) پہنچے۔ یہ گاؤں تقریباً 400 خاندانوں کا مسکن ہے۔ جن کا ذریعۂ معاش زراعت (Farming) ہے لیکن زرعی اشیاء روایتی ذریعوں کی بجائے ماڈرن گرین ہاؤسز (Green Houses) میں کاشت کی جاتی ہیں۔ دوہنگ (Dohung) کے زمیندار خربوزہ (melons) کاشت کرتے ہیں۔ خربوزہ کی کاشت اکتوبر میں کرتے ہیں اور اگلے سال مارچ سے ستمبر تک کٹائی (Harvesting) کرتے ہیں۔ اِس گاؤں کے زمیندار اپنی فصل منڈی تک اِی کامرس (E-Commerce) کے ذریعے پہنچاتے ہیں۔ اِس ذریعہ تجارت میں آڑھتی کا

کردار ختم ہوگیا ہے۔ دیہاتی علاقوں (Rural Area) کے کاشتکار اپنی پیداوار بلاواسطہ استعمال کنندہ (consumers) کو بیچ دیتے ہیں۔ جب 1999ء میں اِی کامرس متعارف کرایا گیا تو کئی لوگ اِس کو ناقابل عمل سمجھنے لگے جبکہ آجکل اکثر زرعی اشیاء کی فروخت روایتی طریقوں کی بجائے e-commerce کے ذریعے ہوتی ہے۔ بندہ نے عصر کی نماز اسی گاؤں میں پڑھی۔ گاؤں کے بچوں اور بڑے بوڑھوں (جنہوں نے شاید کسی مسلمان کو نماز پڑھتے نہیں دیکھا تھا) کو بندہ کی ادائیگی نماز ایک انوکھی چیز لگی اور دلچسپی سے بندہ کی حرکات کو دیکھتے رہے۔ تقریباً ایک گھنٹہ گاؤں میں قیام اور وہاں کے خربوزے کھانے کے بعد ہمارا وفد وہاں سے گیانگجو (Kyungju) شہر کے لئے روانہ ہوا جہاں ہنڈائی ہوٹل میں ہمارا قیام پہلے سے طے تھا۔ تقریباً 8 بجے ہوٹل پہنچے۔ بندہ نے چونکہ مغرب کی نماز نہیں پڑھی تھی اِس لئے سب سے پہلے مغرب کی نماز پڑھی۔ پھر کھانا کھایا۔ چونکہ سارا دن سفر میں گذرا تھا اِس لئے جلدی سو گئے۔ صبح سویرے الحمدللہ تہجد کے وقت آنکھ کھلی۔ تلاوت و وظائف پورے کئے۔ فجر کی نماز ادا کی اور پھر چہل قدمی کیلئے ہوٹل سے باہر گیا۔ ہوٹل سے باہر ایک مصنوعی جھیل کے کنارے walking track بنی ہوئی ہے۔ اکثر لوگ walking/jogging کے لئے اِسی ٹریک پر آتے ہیں۔ صبح سات بجے ناشتہ کیا اور پھر اگلی منزل کے لئے روانہ ہوئے۔ 12 مارچ کے پروگرام میں ہنڈائی موٹر کمپنی (Hyundai Motro Co) اور پوہنگ سٹیل اینڈ آئرن کمپنی (Pohang Steel and Iron Company-posco) کی سیر شامل تھی۔ ہنڈائی موٹر کمپنی ولسن سٹی (wolsan city) میں واقع ہے۔

ہنڈائی کا ولسن کمپلیکس دنیا کا واحد سب سے بڑا آٹو موبائیل پراڈکشن پلانٹ ہے جس کی پیداواری صلاحیت 1.5 ملین گاڑیاں سالانہ ہے۔ کمپلیکس کے اندر بندرگارہ بھی ہے جہاں سے براہِ راست دیگر ممالک کو گاڑیاں برآمد کی جاتی ہیں۔ کمپلیکس کی صفائی ستھرائی قابلِ ستائش ہے۔

ہنڈائی موٹر کمپنی کی سیر کے بعد ہم نے کھانا کھایا۔ بندہ نے ظہر کی نماز ادا کی اور پھر پوہنگ سٹیل اینڈ آئرن کمپنی (POSCO) کی سیر کیلئے پوہنگ (Pohang) روانہ ہوگئے۔ POSCO میں ہماری آمد کا وقت سہ پہر تین بجے متعین تھا۔ ہماری گاڑی 10 منٹ پہلے پہنچی۔ جب ہم گاڑی سے اُترے تو ہمیں مہمان خانے میں یہ کہہ کر بٹھایا گیا کہ ابھی 10 منٹ باقی ہیں۔ ٹھیک 3 بجے کمپنی کا پروٹوکول آفیسر ہمارے استقبال کو آیا۔ کمپنی کے بارے میں بریفنگ دی اور پھر ہم نے گاڑی میں بیٹھ کر کارخانے کی سیر کی۔ POSCO

1968ء میں بنا تھا اور اِس وقت دنیا کی غالباً سب سے بڑی سٹیل مل ہے۔ اِس کی پیداواری صلاحیت 30 ملین ٹن سالانہ ہے۔ ملازمین کی تعداد تقریباً 1,950 ہے۔ اِس مل کے اندر بھی اپنی بندرگار ہے۔ جہاں سے خام مال براہِ راست کارخانے میں آتا ہے اور تیار شدہ سٹیل بھی براہِ راست اندرون ملک اور بیرون ملک روانہ کیا جاتا ہے۔ پاسکو POSCO کی سیر کے بعد ہم کیا نگ جو (kyunggu city) واپس ہوئے۔ عصر کے وقت ہوٹل پہنچے۔ عصر کی نماز پڑھی چونکہ خوب تھک چکے تھے۔ اِس لئے مغرب اور عشاء کی نماز تک کمرے ہی میں رہے۔ عشاء کے بعد کھانا کھایا اور جلدی لیٹ گئے۔ 13 مارچ کیا نگ جوسٹی میں تاریخی عمارات (Building, temples & Artifacts) کی سیر میں گذر گیا۔ کیا نگ جو تقریباً ایک ہزار سال تک شیلا حکمرانوں (Shilla Kingdom) کا دارالحکومت رہا ہے، ایک وادی میں واقع ہے۔ جہاں تاریخی عمارات، گرجوں وغیرہ کی اِتنی کثرت ہے کہ اِس علاقے کو Museum without walls کہتے ہیں۔ شیلا حکمرانوں نے شاہی خاندان کے مقبرے عجیب طرز کے بنائے ہیں جو کہ باہر سے مٹی کے پہاڑ معلوم ہوتے ہیں۔ کیا نگ جو میں تقریباً اِس طرز کے 200 مقبرے ہیں جن میں تقریباً 20 مقبرے ایک ہی جگہ پر موجود ہیں۔ اِس جگہ کو Tumunli Park کہتے ہیں۔ صرف ایک مقبرے (Flying Horse Tomb) conmachong کی 1974 میں کھدائی کی گئی اور اِسے سیاحوں کے لئے کھولا گیا۔ باقی مقبرے ابھی تک بند ہیں۔ کھانا کھانے اور نماز پڑھنے کے بعد تقریباً 2 بجے ہم کیا نگ جو سے سیول کے لئے روانہ ہوئے۔ تقریباً سات بجے شام کو ہم سیول پہنچے۔

اگلا دن سیول کے تاریخی مقامات کی سیر، ایک ثقافتی پروگرام (NANTA) میں شرکت اور شاپنگ کے لئے مخصوص تھا۔ تاریخی مقامات کی سیر میں کوریا کے بادشاہ کا محل اور seodamun prison history hall خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ یہ تاریخی جیل 1908ء میں تعمیر ہوئی تھی۔ جاپانی دورِ اقتدار میں کوریا کے حریت پسندوں نے جن مظالم کا سامنا کیا، اُن مناظر کی عکاسی مختلف طریقوں سے محفوظ کی گئی ہے۔ چھوٹے چھوٹے ٹارچر سیل، Temporary Detention Rooms, Torture Room, In-Prison Life Room, Underground Cell خاص طور پر قابلِ دید ہیں۔ ایک ویڈیو روم بھی ہے جہاں پر ویڈیو فلم کے ذریعے حریت پسندوں پر ڈھائے گئے جاپانی مظالم کو اپنے پسِ منظر میں ناظرین کو پیش کیا جاتا ہے۔ غرض یہ جیل (جیسا کہ اُس کے نام سے ظاہر ہے) جاپانی مظالم کی ایک جیتی جاگتی

تصویر ہے۔

15 مارچ پروگرام کا آخری دن تھا۔آج کے دن کا پہلا سیشن Building E-Korea کے عنوان سے مسٹر پاک جنگ ہن پی ایچ ڈی Park Chong Hoon Ph.D The Korea Information Society Development Institute کے لیکچر پر مشتمل تھا جبکہ دوسرا سیشن Presentation of Country Reports and Overall Assessment & Closing Ceremony کے لئے مخصوص تھا۔تقریب کے اختتام پر Congratulating Party اور Dinner کا اہتمام کیا تھا جن میں KOICA کے سٹاف ممبران کے علاوہ تمام مندوبین نے بطورِ خاص شرکت کی۔16 مارچ کو روانگی تھی چونکہ مندوبین کا تعلق مختلف مما لک سے تھا اِس لئے روانگی کا شیڈول ہر ایک کا مختلف تھا۔راقم الحروف 16 تاریخ کو Incheon سے بنکاک آیا اور پھر 17 تاریخ کو 01:00 بجے بنکاک سے اسلام آباد کے لئے روانہ ہوا۔اسلام آباد ایئر پورٹ پر پاکستان ٹائم کے مطابق صبح ساڑھے چار بجے جہاز سے اُترے۔پھر اسلام آباد سے بذریعہ گاڑی پشاور پہنچے۔یوں ہمارا سفر اختتام کو پہنچا۔

تاثرات:

(ا) کوریا کی ترقی کا راز (i) سخت محنت (ii) وقت کی قدر اور (iii) حصولِ تعلیم میں ہے۔

(ب) کوریا کے باشندے عموماً ذاتی مفاد پر قومی مفاد کو ترجیح دیتے ہیں۔

(ج) کوریا کے باشندے قانون کا احترام کرنے والے ہیں۔10 دن کے دوران میں نے ہارن کی آواز نہیں سنی۔اگرچہ گاڑیوں کی بہتات ہے لیکن ہر ایک ڈرائیور اپنی لائن پر گاڑی چلاتا ہے۔

(د) کوریا کے باشندوں کی اکثریت مذہب پر یقین نہیں رکھتی۔تقریباً 50 فیصد آبادی کا کوئی مذہب نہیں ہے۔اِن لوگوں کا مذہب "دل چاہی" ہے۔مسلمانوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔تمام کوریا میں تین مساجد ہیں۔جن میں ایک مسجد سیول میں ہے جو کسی عرب ملک کی تعمیر کردہ ہے۔

(و) کوریا نے اگرچہ مادی ترقی بہت کی ہے لیکن روحانیت سے عاری اور مذہب بیزاری کیوجہ سے دیگر غیر مسلم مما لک کی طرح فحاشی عام ہے۔ایسے مما لک جن میں مذہب،عبادت،توبہ،گناہوں کی معافی،آخرت میں جنت و دوزخ کی شکل میں جزاوسزا کا اسلامی تصور نہ ہو تو اس کی وجہ سے وہ کئی معاشرتی برائیوں اور ذہنی وروحانی تکالیف میں مبتلاء ہوتے ہیں کوریا والے بھی ان مسائل کا شکار ہیں۔

ڈاکٹر فدا محمد مدظلہ

جمال انگلش اکیڈمی چکدرہ کے متعلق چند تأثرات

گزشتہ ماہ بندہ کی مع اپنے قافلہ کے جمال انگلش اکیڈمی چکدرہ کیڈٹ کالج اور ہائرسیکنڈری سکول اڈی گرام میں حاضری ہوئی۔ دونوں سکولوں کی چودہ اگست کی یوم پاکستان کی تقریبات میں شامل ہونا تھا۔ چکدرہ کالج کے کیڈٹس کے جسمانی کرتب نے بہت متاثر کیا۔ معصوم بچوں اور بچیوں کی زبانی اسلام اور پاکستان کی محبت سے سرشار تقاریر اور نغموں سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوئے اور بندہ کی آنکھیں نمناک ہوئیں۔ کیڈٹس کے جہاد اور سرفروشی کے جذبات قابل تحسین تھے۔ یہ ادارے جناب حاجی محمد جان صاحب کی فکر اور دعا اور ان کے صاحبزادے حاجی عبدالجلیل صاحب کی کوششوں کا نتیجہ ہیں۔ دونوں اداروں کے پرنسپل صاحبان اور اساتذہ کرام سنجیدہ اور معیاری شخصیات تھیں۔ آخری دن اکیڈمی کے سمر کیمپ بحرین میں سلسلہ کے فقراء اور درویشوں کا اجتماع ہوا۔ ہر طبقے سے آئے ہوئے ساتھی بہت خوش ہوئے اور سارے پروگراموں سے متاثر ہوئے۔ حاجی عبدالجلیل صاحب نے ساتھیوں کی خدمت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ سارے پروگرام میں اسلم مروت صاحب دست بستہ پورا وقت خدمت کے لیے موجود رہے۔ بندہ کی دعا ہے کہ یہ ادارے دن دگنی رات چگنی ترقی کریں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بریگیڈیئر ریٹائرڈ ڈاکٹر قاری فیوض الرحمٰن صاحب قادری کا ایک گرامی نامہ:

برادر عزیز ڈاکٹر فدا محمد صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ عافیت سے ہوں۔ آپ کی مرسلہ دونوں کتابیں ”مردِ درویش“ اور اصلاح نفس موصول ہوگئی تھیں۔ جواب میں انتہائی تاخیر کے لیے انتہائی معذرت خواہ ہوں۔ اس کام کی تکمیل پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کی اللہ تعالیٰ آپ کو حضرتؒ کی تمام تصانیف مع مقالہ جات پیش کرنے کی مزید توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرتؒ کی یہ عظمت تھی کہ استاد کی جگہ ہونے کے باوجود مجھ سے قرآن پاک با تجوید پڑھتے رہے اور اپنے طلبہ سے بھی از خود اظہار فرمادیتے تھے کہ یہ میرے استاد ہیں۔ حضرتؒ کے بیسیوں خطوط میرے نام ہیں اور میری تصانیف مشاہیر علماء، القرائۃ العربیہ پر ان کی تقاریظ ہیں،

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

A Tribute to Mercy Hospital Peshawar.

My dear doctor Ghias Assalam o Aliakum.

Mercy Hospital Peshawar is not mercy by name , rather it is mercy in real sense for the people of Peshawar and around. It is not the building which becomes mercy instead the people who work there become mercy.The team of people behaves with mercy when they are headed by a merciful person. May Allah accept your struggles which you are exerting for Mercy Hospital and may He give you an ample reward in this world and the hereafter.

The system of "Tasawaf"(تصوف) is in practice among the Msulim Ummah since the begining. The basic goal of "Tasawaf" is to have Tazkeya(تزکیہ) i.e purification of soul and innerself.This purification is acheived by removing pride (تکبر) jealusy (حسد) greed (لالچ) avarice(حرص)prejudice (تعصب) hypocracy(نفاق) ill will(بدخواہی) and other weaknesses of personality and replacing them with sincerety, humility(تواضع), and caring for the other people and other qualities like these. "Tasawaf" which is another name used for "Tazkeya" trains its followers to practice "Zikre Elahee"(ذکراللہ) so that one feels getting close to Allah in such a way as if "Allah" is seeing him and listening to him all the times wherever he may be. For acheiving this goal different branches of "Tasawaf" have

adopted different spritual exercises.

With the passage of time some exercises which were not according to "Sunnat" found their way into "Tasawaf" via those people who did not have detailed knowlege of "Quran" and "Hadith".They started considering "Mujahida"(مجاہدہ) i.e struggle for purification of innerself as an exerxcise in stoicism (self torture).

Ulema of Deoband who were equipted with thorough knowlege of "Quran" and "Hadith" revieved "Tasawaf" in the light of Quran and Hadith. They explained that "Mujahida" does'nt mean to torture one's self Instead "Mujahida" is just to follow "Shariah" by determination (عزیمت) and not by ease(رخصت).It means that when you are taking the hardships in fulfilling the commanments of Allah and avoiding all those things which are prohibited by "Shariah" you are doing a "Mujahida" and this is the "Sunnat Mujahida" which "Shariah" expects from its followers. Alhamdu Lillah by adopting the "Sunna" our elders acheived the goal of "Tazkeya" and "Ehsaan". The life of our elders is a practical proof of this statement. The people who accepted Islam and got reformed because of our spritual elders carry a history of 150 years in India, Pakistan, Bangladesh, Afghanistan etc. We are bussy in this practice for last 54 years in Peshawar University with fruitful results.

ڈاکٹر فدا محمد مدظلہٗ

آہ ڈاکٹر سرفراز مرحوم

ڈاکٹر سرفراز صاحب اسلام آباد اپنے ایک رشتہ دار کی عیادت کے لیے مع خاندان تشریف لے گئے۔واپس آرہے تھے کہ رات کے تقریباً ایک بجے کراچی جانے والی بس کی بے تکا ڈرائیونگ کا شکار ہوئے، گاڑی ٹوٹ پھوٹ گئی۔ڈاکٹر صاحب خود اور ایک صاحبزادہ شہید ہوگئے جبکہ خاندان کے چار افراد انتہائی زخمی حالت میں ہسپتال میں داخل کیے گئے۔موصوف بندہ کے دیرینہ شاگرد تھے بندہ کے شیخ و مربی حضرت مولانا محمد اشرف صاحب کے خاص مرید اور تبلیغی جماعت کے انتھک کارکن تھے۔خیبر میڈیکل کالج کے قیام کے دوران ہر دینی تقاضے کے لیے جان توڑ کر کام کرتے رہے کسی موقع پر پیچھے نہیں رہے۔حضرت مولانا صاحب کی وفات کے بعد ان کے خلفاء کے ساتھ گہرا رابطہ رکھا اور خدمت بجالاتے رہے۔سارے سلسلے والوں نے ان کی اچانک اور حادثاتی وفات کو محسوس کیا۔قریبی ساتھیوں اور خود بندہ پر گریہ و رقت کے حالات آئے۔سلسلے کے ساتھیوں نے ان کے پسماندگان اور زخمی افراد کی خوب خدمت کی۔اللہ تعالیٰ سب کو بہت اجر سے نوازے۔تکالیف اور مصائب اللہ والوں پر آتی ہی ہیں جس سے ان کے درجات بلند ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قربِ خاص نصیب ہوتا ہے۔ان کی قبر پر حاضری کے وقت بیساختہ زبان پر یہ شعر آیا جسے بندہ نے دعا سے پہلے خوب ترنم کے ساتھ پڑھا۔

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

ترجمہ: دشمن کو یہ نصیب نہ ہو کہ آپ کی تلوار سے ہلاک ہو، آپ کے دوستوں کا سر سلامت ہو کہ جس پر آپ خنجر آزمائی کریں۔

مرحوم شکل و صورت کے لحاظ سے سیاہی مائل رنگ والے تھے اور مضبوط نوجوان تھے۔ان کے بھائی اعظم نے بتایا کہ غسل کے بعد رنگ ہی بدلا ہوا تھا اور میت پر حسن و جمال کی ایک بکھیر تھی، جبکہ ہونٹوں پر تبسم تھا۔ **نشانِ مردِ مؤمن با تو گویم چو مرگ آید تبسم بر لبِ اوست (اقبال)**

ترجمہ: میں تمھیں مردِ مؤمن کی نشانی بتاتا ہوں جب موت آتی ہے تو اس کے ہونٹوں پر تبسم ہوتا ہے۔

الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب

ترجمہ: موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو مغفرت تامہ نصیب فرمائے، جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔آمین

نذرانۂ عقیدت بحضور صحابی رسول حضرت بلال رضی اللہ عنہ

پروفیسر ڈاکٹر اعجاز خٹک (پتھالوجی ڈیپارٹمنٹ خیبر میڈیکل کالج پشاور)

یہ صداقتوں سے ہیں آشنا یہ محبتوں کا کمال ہیں
یہ مؤذنِ رسول ہیں، یہ بلال ہیں یہ بلال ہیں

یہ غلام ان کی نگاہ کے، میں غلام ان کے غلام کا
یہ فقیر بھی ہیں عظیم بھی اور صاحبِ جمال ہیں

جب انھوںؓ نے چاہا کرم کیا جب انھوںؓ نے چاہا نظر ہوئی
کسی کے لیے تو وہ خواب ہیں کسی کے لیے وہ خیال ہیں

میں مسافرِ راہ عشق ہوں، میں مجاورِ دربارِ بلال ہوں
لوگوں کے لیے وہ کچھ بھی ہوں میرے لیے تو مثال ہیں

جو نبیؐ کے درکا گدا ہوا اُسے فضل ولطف عطا ہوا
ہم اُنہی کے دستِ طلب میں ہیں، ہم اُنہی سے دستِ سوال ہیں

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

A Message From Macedonia

Dear Dr.Sahib and friends.

You know that I am in Macedonia these days.The situation here is not much different from that of China.It is a small country.The economic condition is slightly better than Pakistan. Weather is like that of Murree these days. I learned that there are 30% muslims here, but I have'nt seen any yet.These people are orthdox christains.Though they don't say any thing in front of me, I think they don't like Muslims. At the same time they try to show you that they are very liberal.Yesterday a Russian guy met me in the hotel.I was sitting with people from Columbia and Macedonia.He offered wine and coffee to us.I choose coffee. After some time he asked me about AlQaida and Bin Ladin. He said that Bin Ladin is not good to US and Russia. He killed our people in plane crash. As you are a bearded person in shalwar qamees , you should be ready for such situations.

Any way I have been given a separate room with all the facilities. The course will begin on thursday. My friend Dragi of Macedonia is very cooperative .Last night he made me meet his wife. She was very curious about our women and culture.

You know the vulgarity of Europe.It is much more than China.Pray for me, for my protection and that I spend

examplary time here.

Yesterday I met a young muslim boy from Albania who is also participating in the training. If you see these people, you will feel pity on them.They know nothing about Islam, but it gives me an inexpressible pleasure when he says that I am a muslim like you and the pain that he feels for muslims in Iraq and elsewhere. He told me that under communisim his grand father along with his two sons used to pray at home in basement for several years. He also told me very innocently that though he don't pray, in the morning he gets up with the name of Allah. I asked him that do he not feel it hard to be a muslim in a place where muslims are hated too much.He replied that as the media is in the hands of Church, they are presenting the Muslms in a bad picture. But I shall never leave my religeon due to the hatred of these stupid people.

Salam to all of you and I request for prayers.

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ مجھے ایک مکان تعمیر کرنا ہے، جس کے لیے مجھے بارہ ہزار درخت دیے جائیں۔ آپ نے اس سے اس کے مکان کی وسعت پوچھی تو کہا کہ دو فرسخ (چھ میل) لمبائی اور دو فرسخ (چھ میل) چوڑائی۔ آپ نے پوچھا کہ ایسا مکان ہے کہاں؟ اس نے کہا کہ بصرہ میں، آپ نے ظرافتاً کہا کہ

لَا تَقُلْ دَارِیْ بِالْبَصْرَةِ وَلٰکِنْ قُلِ الْبَصْرَةُ فِیْ دَارِیْ (البدایہ والنہایہ)

یہ نہ کہو کہ میرا مکان بصرہ میں ہے بلکہ یوں کہو کہ بصرہ میرے مکان میں واقع ہے

ثاقب علی خان

اللہ کی محبت حاصل کرنے کا طریقہ

محبت کے تین سبب ہوا کرتے ہیں، یا تو یہ کہ کوئی ہم پر احسان کرتا ہے اور اس احسان کی وجہ سے ہم کو اس سے محبت ہو، یا یہ کہ وہ خود نہایت حسین و جمیل ہو اور اس کے حسن و جمال کی وجہ سے اس کی طرف میلانِ خاطر (دل کو کشش) ہو، یا یہ کہ اس میں کوئی کمال پایا جاتا ہو اور وہ کمال باعثِ محبت ہو جیسے حاتم طائی سے اس کی سخاوت کے سبب اور رستم سے اس کی قوت کے سبب یا کسی عالم و فاضل سے اس کے علم کے سبب محبت ہوتی ہے۔ اب غور کیجئے کہ ان تینوں باتوں میں سے کوئی بھی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ میں نہ پائی جاتی ہو۔ ایسے بڑے عطا فرمانے والے کہ کوئی ان کے برابر ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ سب ان کی مخلوق و مملوک اور محتاج ہیں۔ جمال ان کا اس حد تک ہے کہ کسی کو حاصل ہونا ممکن ہی نہیں بڑے بڑے حسین و جمیل ان کے حسن و جمال کے فیض سے حسین و جمیل بنے بیٹھے ہیں

ع چه باشد آن نگارِ خود که بندد ایں نگارها

ترجمہ: وہ خود کیسا خوبصورت ہوگا جس نے یہ تمام حسن و جمال پیدا کیا۔

اسی طرح صاحبِ کمال اتنے بڑے ہیں کہ علمِ کامل انہی کو ہے۔ نیز ہر صفتِ کمال کامل طور سے انہی میں پائی جاتی ہے۔ تو انعام و نوال، حسن و جمال اور فضل و کمال ہر طرح سے ان ہی میں ہے لہٰذا وہی مستحقِ محبت ہیں۔

اپنے دِلوں کو ٹٹولو کہ اللہ تعالیٰ کی کامل محبت ہے یا نہیں۔ اگر نہیں ہے تو اس کے حاصل کرنے کی تدبیر کرو۔ محبت اگرچہ غیر اختیاری ہے لیکن اس کے اسباب اختیاری ہیں جن پر عام طور سے محبت حاصل ہو جاتی ہے۔ سو تدبیر یہ ہے،

(۱) تھوڑی دیر تنہائی میں بیٹھ کر اللہ اللہ کر لیا کرو اگرچہ پندرہ بیس منٹ ہی ہو لیکن اس نیت سے ہو کہ اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو۔

(۲) دوسرے یہ کہ کسی وقت تنہائی میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچا کرو پھر اپنے عمل پر غور کیا کرو کہ ان انعامات پر خدا تعالیٰ کے ساتھ ہم کیا معاملہ کر رہے ہیں اور ہمارے اس معاملے کے باوجود اللہ تعالیٰ ہم سے کس طرح پیش آ رہے ہیں۔

(۳) تیسرے یہ کہ جو لوگ تعلق مع اللہ والے ہیں ان کے ساتھ تعلق پیدا کرو، اگر ان کے

پاس آنا جانا مشکل ہو تو خط و کتابت ہی جاری رکھو، لیکن اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ اہل اللہ کے پاس اپنے دنیا کے جھگڑے نہ لے جاؤ اور دنیا پوری ہونے کی نیت سے ان سے نہ ملو بلکہ اللہ کا راستہ ان سے دریافت کرو اور اپنے باطنی امراض کا ان سے علاج کراؤ اور ان سے دعا کراؤ۔

(۴) چوتھے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پوری پوری اطاعت کیا کرو کیونکہ قاعدہ ہے کہ جس کا کہنا مانا جاتا ہے اس سے ضرور محبت بڑھ جاتی ہے۔

(۵) پانچویں یہ کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرو کہ وہ اپنی محبت عطا فرمائیں ۔

یہ پانچ جزو کا نسخہ ہے، اس کو استعمال کر کے دیکھئے انشاء اللہ تعالیٰ بہت تھوڑے دنوں مین اللہ تعالیٰ سے کامل محبت ہو جائے گی اور تمام امراضِ باطنی سے نجات حاصل ہو جائے گی۔

(بحوالہ: معارف حکیم الامت)

☆☆☆☆☆

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوا الرِّبٰوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً وَاتَّقُوااللّٰهَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ o وَاتَّقُو النَّارَ الَّتِیْٓ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ o (ال عمران ۱۳۰۔۱۳۱)

ترجمہ: اے ایمان والو سود مت کھاؤ (یعنی نہ لو اصل سے) کئی حصے زائد (کر کے) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو امید ہے کہ تم کامیاب ہو۔ اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ کا مشہور قول ہے کہ قرآن مجید کی سب سے خوفناک آیت آیت بالا ہے اس لیے کہ اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل ایمان کو اس آگ سے ڈرایا ہے جو خصوصیت کے ساتھ اہلِ کفر کے لیے تیار کی گئی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

نافرمانی کے ساتھ راحت اور عزت نہیں، اور اطاعت کے ساتھ تکلیف اور ذلت نہیں۔ پس اگر ہم عزت کے خواہاں ہیں تو اطاعت خداوندی کو اختیار کریں۔ ہم نے جب سے اس کو چھوڑ دیا ہے ہماری عزت و راحت بھی جاتی رہی ہے۔ (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

☆☆☆☆☆☆☆

پروفیسر عالمگیر صاحب

پیشاب میں احتیاط نہ کرنا عذابِ قبر کا سبب ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر پر جا رہا تھا کہ دورِ جاہلیت کی قبروں میں سے ایک قبر پر گزر رہوا۔ اچانک قبر سے ایک آدمی نکلا، وہ آگ کے شعلوں میں گھرا ہوا تھا اور اس کی گردن میں آگ کی ایک زنجیر تھی۔ میرے پاس پانی کا ایک مشکیزہ تھا اس نے مجھے دیکھ کر کہا اے عبداللہ! ذرا مجھے پانی پلا دے۔ اتنے میں ایک دوسرا شخص اسی قبر سے نکل کر کہنے لگا، اے عبداللہ! اس کو ہرگز پانی نہ پلانا، یہ کافر ہے۔ پھر اس نے زنجیر پکڑ کر اس کو قبر میں لوٹا دیا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ راستے میں یہ واقعہ دیکھ کر میں آگے بڑھا اور رات کے وقت ایک بڑھیا کے مکان میں ٹھہر گیا۔ اس مکان کے سامنے کچھ دوری پر ایک قبر تھی۔ میں نے رات کو اس قبر سے ایک آواز سنی، آواز سے یہ الفاظ ظاہر ہو رہے تھے "بولٌ وما بولٌ شنٌ وما شنٌ" یعنی "پیشاب، پیشاب کیا ہے، مشک اور مشک کیا ہے"۔ آواز سن کر میں نے بڑھیا سے پوچھا کہ یہ کس کی قبر ہے اور یہ کیسی آواز ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اس قبر کا مردہ میرا خاوند تھا۔ جب پیشاب کرتا تھا تو احتیاط نہیں کرتا تھا۔ میں بار بار سمجھاتی رہی کہ تو جانوروں سے بھی بدتر ہے کہ اونٹ جب پیشاب کرتا ہے تو ٹانگوں کو پھیلا لیتا ہے تاکہ پیشاب سے بچے اور تو ذرا بھی احتیاط نہیں کرتا، لیکن وہ میری نصیحت پر کان نہ دھرتا تھا، اب اسی کا انجام ہے کہ جب سے یہ مرا ہے "بول وما بول" چلایا کرتا ہے یعنی پیشاب اور کونسا پیشاب، وہی جس سے احتیاط نہ کرنے کی وجہ سے عذاب اٹھا رہا ہوں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بڑھیا سے پوچھا کہ "شنٌ وما شنٌ" کیوں پکار رہا ہے؟ اس بڑھیا نے جواب دیا کہ ایک دن ایک پیاسا شخص اس کے پاس آیا اور پانی مانگا۔ اس نے ایک خالی مشک کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس میں پانی بھرا ہوا ہے، لے لے۔ پیاسے نے مشک کو دیکھا تو اس میں ایک قطرہ پانی بھی نہ تھا۔ پیاس کی شدت سے وہ گر کر مر گیا۔ جب سے میرے شوہر کا انتقال ہوا ہے برابر "شن و ما شن" پکارا کرتا ہے، یعنی ہائے وہ مشک جو میرے عذاب کا سبب ہوئی۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب میں سفر سے لوٹا تو اس سرگزشت کی تفصیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت نصیحت فرمائی کہ کوئی شخص اکیلا سفر نہ کیا کرے۔

(بحوالہ: ابن ابی دنیا)

☆☆☆☆☆
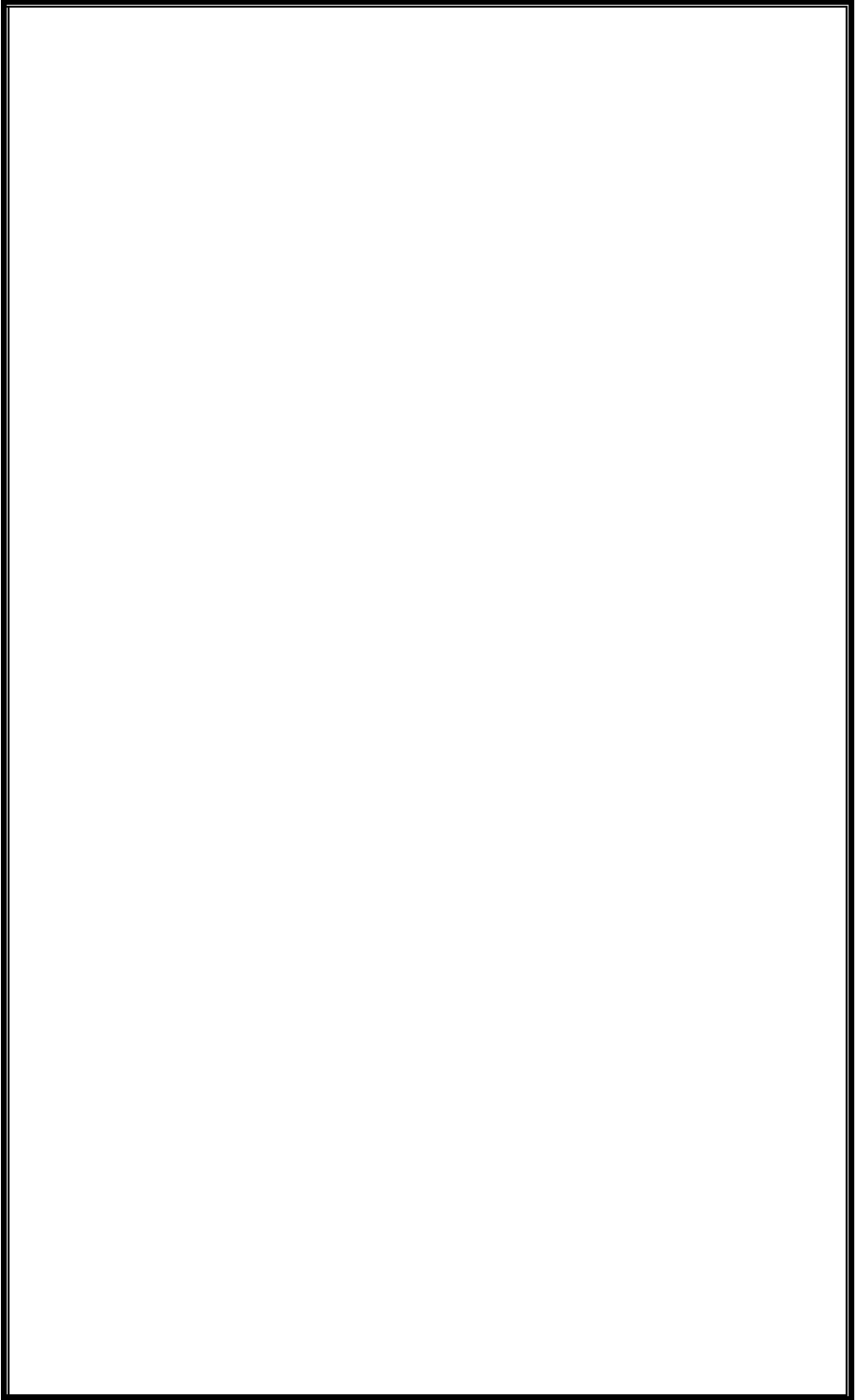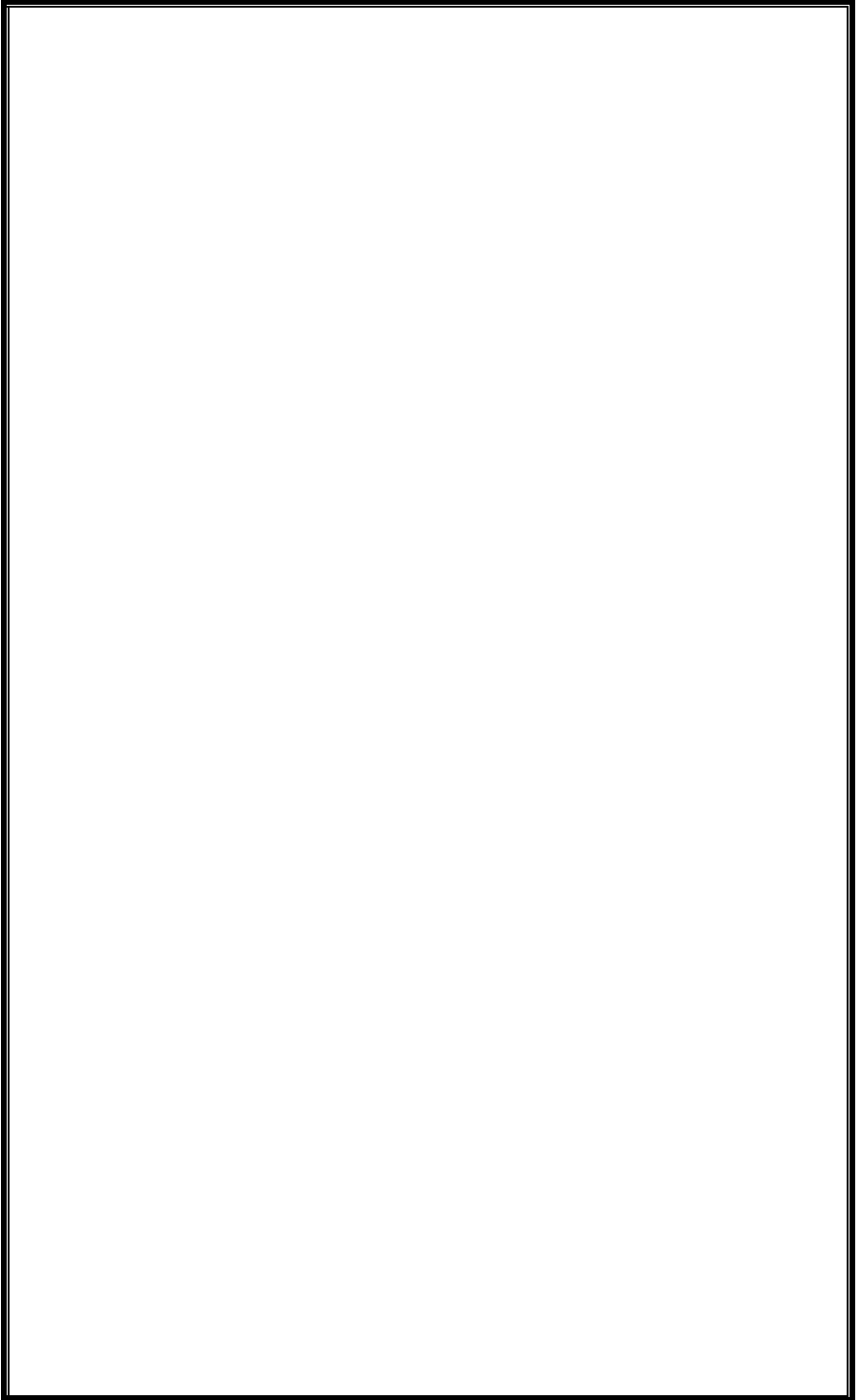
اسلامی زندگی کے چار اہم اصول

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ o

جاننا چاہیے اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت نازل فرمائے یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ ہم پر درج ذیل چار مسائل کا علم حاصل کرنا واجب ہے۔

پہلا مسئلہ: حصول علم اور اس علم کے مطابق عمل کرنا یعنی اللہ تعالیٰ، اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دینِ اسلام کی معرفت دلائل کے ساتھ حاصل کرنا۔

دوسرا مسئلہ: حاصل کردہ علم پر عمل پیرا ہونا

تیسرا مسئلہ: اس (دین اسلام) کی طرف دعوت دینا

چوتھا مسئلہ: دعوتِ دین میں پیش آمدہ مشکلات و مصائب پر صبر و استقامت اختیار کرنا

ان مسائل کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

وَالۡعَصۡرِ o اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ o اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ o

ترجمہ: قسم ہے عصر کی بیشک انسان ٹوٹے میں ہے مگر جو لوگ کہ یقین لائے اور کئے بھلے کام اور آپس میں تاکید کرتے رہے سچے دین کی اور آپس میں تاکید کرتے رہے تحمّل کی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اس سورۃ عصر کے بارے میں ارشاد ہے ”اگر اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر بطور حجت و دلیل کے صرف اسی ایک سورت کو نازل فرماتے تو یہ ان کی ہدایت کے لیے کافی ہوتی“۔

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف میں ایک بات کی ابتداء یوں کی ہے۔ ”قول و عمل سے قبل حصولِ علم کا بیان اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔